

THE
OUDH PUNCH LUCKNOW
Volume X
1925
WISE MAN IS NOT TO BE DICTATED TO BUT HE IS TO DICTATE UNTO OTHERS (ARISTOTLES)
S. Fazlullah Artist

لندن ڈائرکٹری

سالانہ شائع ہوتی ہے

پانچ زبانوں میں مقامی اور غیر ملکی کارخانوں اور تاجروں کا ذکر ہوتا ہے لندن اور انگلستان کے دیگر شہروں اور سلطنت انگلشیہ آئرلینڈ براعظم یورپ افریقہ امریکہ ایشیا آسٹریلیا وغیرہ کے مشہور صرفتی مرکزوں کے

کارخانوں اور سوداگروں

سے براہ راست خط و کتابت اور معاملہ کا بہترین ذریعہ ہے۔ نام و پتہ مع دیگر تفصیلات کے تین ہزار سے زائد تجارتی عنوانات کے ماتحت دیے گئے ہیں جن میں

باہر مال بھیجنے والے تاجر

جہاز پر جانے والے مال کی تفصیل معہ کانونیل اسپیر ریاست کی بازاروں کی تشریح کے ساتھ۔

جہازوں کے راستے

مع بندرگاہوں اور روانگی جہاز کے متعلق دیگر تفصیلات کی تشریح کے موجود ہے جو کارخانے اپنے تعلقات وسیع کرنے چاہتے ہیں!

ایجنسیوں کے خواہشمند

دیں ان کا نام و پتہ ایک اچھے مناسب عنوان کے ماتحت درج

ایک پونڈ دس شلنگ

میں درج کر دیا جائے گا۔ بڑے اشتہاروں کا نرخ فی پونڈ فی سفہ ہے جو صاحب ہمارے ملک کی تجارت سے دلچسپی رکھتے ہیں انکے لئے یہ ڈائرکٹری بہت ہی کارآمد ہے اور اسکی ایک جلد صرف ۲ پونڈ نقد آرڈر کے ہمراہ موصول ہونے پر بذریعہ پارسل روانہ ہوگی۔

لندن ڈائرکٹری کمپنی لمیٹڈ ۲۵ ابچرچ لین لندن ای سی ۴ انگلینڈ

سکھ سنچارک کمپنی متھرا کی تیار کردہ ادویات

گورنمنٹ سے رجسٹرڈ

سدھا سندھو: کھانسی، ہیضہ، درد پیٹ، دست، سنگرہنی، نظر از دھانی کے امراض کے لیے خوش ذائقہ دوائی جو صرف پانی میں چند قطرے ڈال کر دینے سے پورا جادو کا سا اثر کرتے ہیں۔

قیمت ۱۰ سب جگہ بکتا ہے

دودھ گج کیسری: بچوں کو بابا جلن سے حفاظت کرنے والی لاثانی دوا قیمت ۱۲

بال سدھا: بچوں کی کمزوری دور کر کے بدن کو مضبوط فربہ اور چست بنانے والی میٹھی دوا قیمت ۱۲

ڈاک خرچ علاوہ لگے گا

اپنے شہر کے دوا فروشوں سے طلب کرو

سول ایجنٹ برائے دہلی پنجاب: بال بہار آ فنس چاندنی چوک دہلی

سول ایجنٹ اودھ چیدا لینڈ لکھنؤ

کوئی نیا معاملہ نہیں کہ آپ کو سمجھانے کی ضرورت پڑے

[illegible] سو برس کی تحقیقات [illegible] گولیوں کے استعمال سے حقیقت کی تشریح ہو چکی [illegible] خون [illegible] کسی بھی ناجائز [illegible] حاصل کریں [illegible] دستیاب [illegible] قیمت فی ڈبیہ [illegible] صرف [illegible] علاوہ محصول ڈاک۔

المشتہر: وید شاستری منی شنکر گووند جی جام نگر کاٹھیاوار

ایجنٹ: اودھ چیدا لینڈ کوچہ لکھنؤ

ہر بیماری کا علاج خود کر لو

جو صاحب اس نادر و قابل قدر کتاب تجربات طبی مصنفہ [illegible] اول کو بغور مطالعہ کر لیں گے وہ [illegible] بیماری کا علاج نہایت ہی عمدگی سے خود کر سکیں گے [illegible] اس کتاب میں [illegible] علاج میں سیکڑوں روپیہ کما لیں گے [illegible] نایاب نسخے مندرج ہیں [illegible] قیمت فی کتاب [illegible] علاوہ محصول چار کتاب ایک ساتھ خریدنے پر ایک کتاب مفت۔ [illegible] کتاب [illegible] چراغ صحت [illegible]

المشتہر: منیجر دفتر چراغ حکمت علیگڑھ شہر (یوپی)

فرگرنٹ ٹوتھ پوڈر

دانت کی صفائی اور صحت منظور ہے تو خوشبودار منجن ایس علی حیدر اینڈ سنز کا بنایا ہوا استعمال کرو تین ڈبیہ کی قیمت ۱۰ اور چھ ڈبیہ کی قیمت ۱۲ ایک درجن ڈبیہ کی قیمت ۱۲ علاوہ محصولڈاک

المشتہر: علی حیدر اینڈ سنز امروہہ مراد آباد

سیاحت ظریف

یعنی

منشی سید مقبول حسین صاحب ظریف لکھنوی

کا

منظوم سفرنامہ عراق

عجیب عجیب نظم سے ہنسیے اور شاعری کی استادی سے فائدہ اٹھائیے۔ قیمت فی جلد ۱۲ مکمل جلد [illegible] وی پی اور منی آرڈر [illegible] ہے۔

المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

مضامین غیر

جلد ۱۰ نمبر ۳۹

مورخہ ۱۴؍ اکتوبر سنہ ۱۹۲۵ء

نہ قصیدہ نہ رباعی نہ مخمس نہ غزل

عروض کی بحروں میں ہر ایک صنف سخن کے لیے قریب قریب کچھ بحریں مختص ہیں مثلاً رباعی کے لیے بحر ہزج زیادہ مناسب ہے۔ مگر افسوس سلام کے لیے بحر کیا چھوٹی سی تلیا بھی نہیں۔ یہ صنف سلام آخر کہاں ٹھوکریں کھائے اگر آپ کھری کھری بات مجھ سے کہلوانا چاہتے ہیں تو سنیے برا نہ مانیے گا عروض کا بانی خلیل ابن احمد بصری نہ معلوم کس خیال میں تھا کہ اتنے بحور ایجاد کیں مگر سلام کے لیے کوئی خاص بحر نہ رکھی اور نہ عرب کے دیگر اساتذہ ہی نے کچھ فرمایا سے کیا رو میں اس نام سے اہل عجم نے بھی کوئی بحر مخصوص نہ کی نہ کوئی طریقہ مستحسن وغیر مستحسن بتایا بے نکیل اونٹ کی طرح جس طرف جی چاہے بلبلاتے ہوئے چل نکلیے نہ کوئی پوچھنے والا ہے نہ کوئی روکنے والا دکھائی دیتا ہے۔ مرزا فصیح صاحب کے قبل بھی یہ صنف کچھ یوں ہی سی معلوم ہوتی ہے۔ پہلے زمانہ سابق میں بھی یہ اتنی زیادہ معروف و مشہور نہ تھی جب ہی تو مرزا فصیح صاحب کو کہنا پڑا ع

سلام لکھتا ہوں محرم میں قلم تیز نرم جھک رہا ہے

سنتے ہیں کہ اگلے زمانے کے لوگ بہت سیدھے سادے ہوتے تھے اور واقعہ بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ بیچارے مرزا صاحب کو خیال گزرا کہ کہیں لوگ اسے کچھ اور نہ کہنے لگیں پہلے ہی مصرع جو شروع کیا تو بتانا ضروری سمجھے کہ یہ کیا ہے۔ بقول حالی۔ بت پرستی اور شراب و کباب کی چٹ پٹی باتیں۔ اور جوانی کا رونا معشوق کو چپے سرے کا ہر معاش ثابت کرنا پیشہ دغاباز ہے غیروں کے گھر جا جا کے نہ معلوم کیا کرتا ہے۔ ظالم ہے سفاک ہے جلاد ہے فتنہ پرور ہے غرضیکہ جتنے اوصاف حمیدہ ایک بدنام ہستی میں ہو سکتے تھے اس سے بھی کچھ زیادہ معشوق میں پائے جاتے ہیں کوئی کہتا ہے عدو کو یہ سمجھا تھا کہ خلوت میں وہ تنہا ہوں گے ہم نے پردہ جو اٹھایا تو قیامت دیکھی۔ غالب صاحب جھلا کے فرماتے ہیں؎

بوسہ دیتے نہیں اور دل پہ ہے ہر لحظہ نگاہ
جی میں کہتے ہیں کہ مفت آئے تو مال اچھا ہے

غرض کہ اس طرح کے مضامین ہزاروں کی تعداد میں شعر کا جامہ پہن چکے ہیں دیوان کے دیوان اس سے بھرے پڑے ہیں کہاں تک عرض کروں جی متلاتا ہے۔

چونکہ یہ مضامین عام پسند تھے اور علاوہ اس مذاق کے اور کسی کی تعریف زیادہ ہوتی تھی اسی وجہ سے عوام اس بیہودہ گوئی میں آج تک پڑے ہیں کچھ حضرات اس لغویت سے متنبہ ہوئے اور سنبھل کر کہنے لگے اور کچھ سوچے کہ اس طرح کی بیہودہ سرائی سے یہی بہتر ہے کہ اپنے پیشواؤں کی مدح کرنی چاہیے جس سے دین و دنیا دونوں بخیر ہوں جبھی اصل بات یہ ہے کہ ایک زمانہ کی پڑی ہوئی لت دفعتہً نہیں چھٹتی اسکا اثر یہ ہوا کہ اکثر غزل ہی کے بحور میں مصائب و مناقب نظم کرنے لگے اور اسکا سلام نام رکھا اس سے بھی رلانے کا سامان وقتاً فوقتاً مہیا ہوتا رہا یہی سبب ہے کہ اس صنف میں بھی آج ہزاروں کی تعداد میں اشعار پائے جاتے ہیں۔ ہماری محفلوں میں بھی اس کا چرچا گاہے گاہے ہو جاتا ہے چنانچہ ایک محفل مسالمہ حال میں برپا ہوئی تھی جس کا مصرع طرح یہ تھا ع

اک جواں ہونے سے پہلے اک جواں ہونے کے بعد

اس میں بہت سے حضرات نے طبع آزمائی فرمائی اور خوب خوب فرمائی۔ ایک صاحب سطیر تخلص فرماتے ہیں خدا کے فضل سے آپ بقول خود استاد ہیں یہ شعر آپ نے اسی مسالمہ میں پڑھا تھا

شعر
دشمنوں کا کیا گمر بیکار شکوے آسماں
چاہیے اب کیا علی کے مہرباں ہونے کے بعد

اس شعر کے سنتے ہی قریب قریب تمام سامعین پھڑک اٹھے۔ بعد ختم مسالمہ مصنف صاحب بگڑ بیٹھے اور کہنے لگے کہ آپ لوگ غلط سمجھے یہ بھی کوئی شریفانہ طریقہ ہے کہ بھری محفل میں کھل کھل کھلی کرتے ہیں۔ اتنے میں ایک صاحب بول اٹھے کہ جناب سطیر صاحب معاف فرمائیے گا آپ کیا انیس سا شخصیت کا آدمی اس پر بھی سر محفل اعتراض ہوا۔ اتنا کہنا تھا کہ غضب ہی تو ہو گیا سطیر صاحب برس پڑے اور فرمانے لگے کہ آپ کیا جانیں میری عمر اسی میں گزری ہے۔ دوسرا مطلع ارشاد فرماتے ہیں۔

ہاں ابھی تو مختصر ہے مہرباں ہونے کے بعد
میرا اور دل نشیں ہوگی داستاں ہونے کے بعد

یہ دونوں مطلع تنقید سے مستغنی ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ پورا سلام یاد نہیں تاکہ ناظرین کی مکمل ضیافت کی جائے۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

سطیر صاحب کوئی مشہور شاعر نہیں ہیں مگر آج نہیں ہیں تو کل ہو جائیں گے۔ صوبہ اودھ میں کوئی شاگرد نہ ہوگا تو دیگر صوبوں میں قدردانوں کا قحط نہیں جب "تیہا" کی پوچ گوئی جھنڈے پر چڑھائی جاتی ہے تو سطیر صاحب کہاں کے گئے گزرے ہوئے ہیں۔

بندہ یہ نہیں کہتا کہ سلام کہنے کے ثواب سے دنیا محروم رہے یا پرانی دُھرانی لکیر کے فقیر بنے رہیے اور غزل گوئی میں وقت صرف کرتی رہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ غزل اور سلام میں جو باریک فرق ہے اگر اسکا لحاظ نہ رکھا گیا تو گلوں کی سی پہ پانی پھر جائیگا مژہ کے تیر نگاہ کے ناوک اس صنف میں نہ ہوتے تو اچھا تھا۔ خدا و رسول و دیگر ائمہ و اولیا کے ساتھ عشق کا اظہار بھی تہذیب کا خواستگار ہے جو ایک ذات مقدس و شخص بزرگ سے تخاطب میں ہونی چاہیے۔ خدا اور رسول کے عشق میں جو گہر ریزیاں بعض حضرات نے فرمائی ہیں وہ غیر مطبوع ہونے کی حد تک ہیں

ستجاور ہوتی جاتی ہیں چنانچہ ایک صاحب فرماتے ہیں ؎

تاڑ کے چھپتا تھا میں جو بیٹھا تو مجھکو ترچھی نظر سے دیکھ
یظلم ہے دیکھنے کے قابل کہ مجھکو گھر میں بلا کے مارا

غزل طولانی ہے مصرعہ "بلا کے مارا" اور ایسے ہی دوسرے قوافی جو بلا وضاحت مبتذل ہیں چھوڑ دیے ہیں یہاں تک موجود ہے "بلا کے مارا۔ چھپا کے مارا۔ بچا کے مارا۔ گرا کے مارا۔ رلا کے مارا۔ لٹا کے مارا۔ اٹھا کے مارا۔" خدا غارت کرے اس مارا مار کو ظالم شاعر نے کوئی پہلو اٹھا نہیں رکھا یہ غزل بھک منگے سسٹنڈے دروازوں پر گاتے اور پیسے وصول کرتے ہیں۔ تمام اوصاف جو ایک ظالم جابر چھنال ہرجائی حرام خور وعدہ فراموش ہوتے معشوق میں فرض کیے جاتے ہیں خدا اور رسول کی جانب منسوب کیے گئے ہیں "کالی کملیا" میں انگیا کا وصف ہے جسکے نیچے سے گات ابھری ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ کبھی پردہ خفا میں اور اس چلمن میں جو کسی چھنال کے دروازے پر لٹک رہی ہو کوئی فرق نہیں پردۂ خفا سے گردن نکال کے (معاذ اللہ) اللہ میاں دیکھتے ہیں اور عاشقوں کو صورت دکھا کے مارتے ہیں "پھر منہ" یا اندر کر لیتے ہیں۔ بہرحال اگر اصلاح شاعری پر دوحسن گردانے گئے ہیں تو یہ ناپاک طرز بھی واجبی نکتہ چینی سے فروگزار ہونا چاہیے۔ ایسے اشعار کا سلسلہ جب ہی موقوف ہوگا جب مولانا پنچ توجہ فرمائیں اور دو ایک کالم محض ان حضرات کے واسطے وقف کر دیں۔

واجب بود عرض نمود

راقم ——— رزم ردولوی

میل تدقیق در سرمہ تحقیق

ناظرین کو ابھی یاد ہوگا کہ چند ماہ اُس طرف اودھ پنچ میں بعنوان "بیخودی" حضرت بیخود موہانی کی شرح دیوان غالب پر تنقید کی گئی تھی بیخود صاحب کا مضمون "الناظر" میں چھپا تھا اور اسمیں شرح طباطبائی پر ایسے اعتراضات کیے گئے تھے جنکو پڑھ کے صاحبان تحقیق ہنستے تھے ستمبر کے الناظر میں بعنوان سرمۂ تحقیق مضمون بیخودی کا جواب

دوسری ہے۔ یہ نکتہ چینی ڈاکٹر اقبال اور غالب کے دیگر قدرشناس مقلدین پر تبصرہ کے ذیل میں کی گئی تھی۔ آپ جانیے یہاں تو حق بات کہنے کی عادت ہے آجتک کسی کے رو ٹھنے بگڑنے کی پروا نہیں کی۔ کلکتہ سے ایک پرچہ "رسالت" نکلتا تھا اسکی شامت جو آئی تو اس نے اور بعض دیگر حضرات الارض نے زبان کھولی مگر جو کوئی معقول بات سے اختلاف کرتا ہے وہ منھ کی کھاتا ہے۔ آخر خاموش ہونے پر مجبور ہوے اب میاں "الناظر" کی باری ہے انکی کملہ اثر سرمہ دانی سے تحقیق کا سرمہ نکلا ہے جسکے واسطے ضرورت ایک سیل کی ہے تاکہ بمقدار خاص چشم ناظرین الناظر سے آشنا ہو ورنہ اگر ہوا پر اعتبار کیا گیا تو خوف ہے کہ وہاں ذہن جاسے۔

بیخود صاحب لکھتے ہیں کہ یہ پہلی بار نہیں کو اودھ پنچ میں اور بار اشعار کے ذہنی نام ہے



چھپا مگر پرچہ اودھ پنچ کے دفتر سے کوئی صاحب لے کے بھاگتے ہوے۔

غالب کی شاعری پر اودھ پنچ میں یہ پہلا مضمون نہیں ہے اس سے قبل بارہا مختلف اشعار پر نکتہ چینی کی گئی۔ رادہ غالب کی شاعری سے بحث کرنے کا تھا ایسلیے کہ حضرت غالب مرحوم سے جواب نہیں مل سکتا ان سے کسی کو جواب لینا ہو تو وہیں جائے جہاں وہ تشریف فرما ہیں اور پنچ پوچھو تو بندہ ابھی دو چار برس تک تیار نہیں ہے۔ ہاں مارے باندھے کی سو دے کی بات ہی

کتب قابل دید نایاب زمانہ

آئینۂ افعال یا نند سرسوتی۔ یہ کتاب ہے [illegible] سوانح عمری [illegible] تصنیف [illegible] قابل دید [illegible] نہیں ہوئی [illegible] قیمت [illegible] دستیاب ہوتی ہے۔

رسالہ آئینۂ اخلاق۔ [illegible] قیمت [illegible]

رسالہ صابون سازی۔ اس کتاب میں ہر نوع اقسام کے صابون [illegible] ضرورت نہیں قیمت [illegible]

ہندی و اردو ٹیچر۔ [illegible] قیمت [illegible]

ملنے کا پتہ

بابو سنگھر سیدھین فرخ نگر ضلع گوڑگانوہ

ایک عمدہ مکان کی خریداری منظور ہے

جو اودھ رم روڈ یا بلس گنج لکھنؤ یا ان کے گرد و نواح میں واقع ہو۔ احاطہ بہت وسیع ہو بجلہ نوازش درخواستیں مع تفصیل قیمت بکس ملے معرفت اودھ پنچ لکھنؤ روانہ فرمائیں

ایک مضمون شائع ہوا جسکی سرخی نقد النقد بیخودی تھی۔ بیخود صاحب گویا فرضی نام کے ذکر سے مضمون کی قدر گھٹانا چاہتے ہیں۔ لیکن اخباری کاغذوں کا یہ دستور ہے کہ اکثر فرضی ناموں سے مضمون لکھے جاتے ہیں خود "الناظر" بھی اس جرم کا ارتکاب بارہا کر چکا ہے۔ نام فرضی ہو یا جو بات فرضی ہونا چاہیے۔ اودھ پنچ میں تنقیدی مضامین اکثر "نقد النقد" کے زیر عنوان لکھے جاتے ہیں نقد النقد مستقل سرخی ہے لفظ بیخودی کا جزو ہے۔

اسکے بعد جناب بیخود نے اپنی غمگینی اور سوگواری کا واقعہ بیان فرمایا ہے جس سے ہم بالکل متفق ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ مرحوم بچہ اپنے اسلاف کی بخشائش کا ذریعہ ہو۔ اور خدا بیخود صاحب کو صبر عنایت فرمائے۔ مگر واللہ باللہ ہم کبھی اس پر صبر نہیں کر سکتے کہ وہ "سرفہ" کو صاد سے تحریر فرمائیں۔ اُنھوں نے کسی کا شعر نقل کیا ہے ؎

تپ و سرفہ خلیدہ در پہلو
نفس تنگ و نبض متشاری

اور اسمیں "سرفہ" کو بے صرفہ "صرفہ" لکھا ہے یہ ہم جانتے ہیں کہ غلطی غریب کاتب کے سر جائے گی اور کاتب کی طرف سے نوٹ شائع کر دیا جائے گا کہ نیاز مند کے سامنے مسودہ تھا مسودہ میں "سر" پر پیش کچھ اس طرح دیا تھا کہ "ر" کے سرے سے مل ہو کے صاد کے ہم شکل ہو گیا تھا۔ میں سمجھا "صر" ہے اور وہ نکلا "سُر"۔ سرسید بتحقیق کی سرمہ دانی نہ دیکھی تھی غلطی رہ گئی معاف کیجیے مصنف مضمون سے مواخذہ نہ فرمائیے۔

"اپنے سب سے چھوٹے بھتیجے کے حالات بیان کرنے کے بعد آپ لکھتے ہیں کہ ۱۰ اپریل کا پرچہ (اودھ پنچ) مدیر اودھ پنچ سے ملا اسکے بعد حکیم آشفتہ صاحب نے جلدی ہی کا پرچہ دیا حالانکہ دفتر سے برابر پرچہ روانہ ہوا (شہادت منیجر صاحب) شیعہ کالج میں اودھ پنچ سال بھر سے جاتا ہے۔ خواہ مخواہ اس دیر کو خود پروفیسر مسعود حسن صاحب سے غائبانہ رو در رو بیٹھے میں لگی بتکلف و تجشم ظاہر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ جناب بیخود فرماتے ہیں کہ میں نے اعتراضوں پر نظر کی تو مجھے نہایت افسوس ہوا کہ معترض نقاد نے نہ مرزا غالب کی غزل کے حل پر قلم اٹھایا نہ میری کسی ناچیز رائے پر کوئی مدلل تقریر لکھی تھی بلکہ میری اردو دانی پر بچوں کے کھیلنے والے چھینٹے سر کیے۔

واقعہ اس بھولے پن پر دس بیس "الناظر" سنگل اتوار صدقے کیے تھے اینجانب ادیب خاکسار اور بارہا مرزا غالب کے اشعار کا حل لکھنے بیٹھے تھے یا جناب بیخود۔ ایک شرح مولانا طباطبائی نے لکھی یہ شرح دقت نظر کے ساتھ لکھی گئی۔ دوسری شرح بیخود صاحب لکھنے بیٹھے تو حضرت نے پہلی شرح سے فیض حاصل کیا مگر اس "ادارۂ طریق" کے حق کو فراموش کرنے کے بعد لگے اِدھر اُدھر کی اُڑن گھائیاں دکھانے "خاکسار۔ ناچیز۔ نیاز مند۔ فدوی۔ احقر" اور اسی قسم کے دوسرے الفاظ منکسرانہ اور خودستائی کے ذیل میں استعمال فرمانا بھی ایک مخصوص انداز ہے جو دیوان غالب کی شرحوں پر ایک سرسری نظر میں اکثر جگہ ظاہر ہوا۔ اودھ پنچ ۲۲ اپریل و ۶ مئی میں تمہیداً جناب بیخود کی شرح پر اس وجہ سے نظر کی گئی کہ اسمیں کچھ عیوب موجود تھے۔ مقصود یہ تھا کہ پہلے اپنی زبان کی صحت نکالنی فرض ہے۔ غالباً چوٹ کاری نہ تھی اسی وجہ سے "بچوں کے کھیلنے والے چھینٹے" سے تعبیر کی گئی۔ خیر دیکھیے اسکا انجام کیا ہوتا ہے۔ پھر لکھتے ہیں:

"مجھے معتبر ذریعوں سے معلوم ہوا ہے کہ یہ اعتراض جناب طباطبائی بالقابہ کی مدحت آفرین دماغ سوزیوں کا نتیجہ ہیں۔ نمک مرچ اودھ پنچ نے لگایا ہے۔"

اس فقرے سے شاید حضرت بیخود اپنی ذکاوت حس ظاہر کرنا چاہتے ہیں ورنہ نفس مضمون سے کوئی تعلق نہیں کسی نے مضمون لکھا کوئی نمک مرچ لگانے کا مجرم ہوا بات قرینہ اور قاعدے کی کہی گئی دلیل اور بے دلیل کا حال آئندہ کھل جائے گا۔ ہم مانے لیتے ہیں کہ جناب ضرور در لال بجھکڑ ہیں۔ صرف ذیل کے جملوں سے اصل مضمون نگار اور نمک مرچ لگانے والے کا حال معلوم کر لینا معمولی بات نہیں۔

"ابوالفضل بھی اسی راہ کا سالک ہے۔ پھر تو جہالت آ گئی۔ جتنے ملحقات اس لفظ کے ساتھ ہیں سب کے مطالب کسی نہ کسی طرح انصاف و عدل کی طرف منجر ہوتے ہیں۔"

مندرجۂ بالا فقرات سے تمام مضمون نگاری کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ اسکشاف واقعی کسی بڑے جفار سے کم کی بات نہیں۔ کمال ہو تو ایسا ہو۔ شاعر کو الہام تو ہوتا ہی ہے۔ پہلا الہام آپ نے سنا اب دوسرا سنیے۔

"معترض علام کی غیر معمولی موشگافی اور عدالت سے گزری ہوئی احتیاط مثلاً مزاج دانی کے متعلق .... ایسی احتیاطیں جناب طباطبائی کے خصوصیات میں داخل ہیں۔ میں اسوقت اُن جناب کی شرح دیوان غالب سے ایک مثال دینا کافی سمجھتا ہوں۔ شعر غالب ؎

جوہر تیغ بسر چشمۂ دیگر معلوم
ہوں میں وہ سبزہ کہ زہراب اُگاتا ہے مجھے

ارشاد جناب طباطبائی "مصنف مرحوم نے غفلت کی یہاں۔ ایران میں زہراب اہل زبان پیشاب کو بھی کہتے ہیں۔ اس لفظ سے بچنا چاہیے تھا۔ اے میری اردو دانی پر چھینٹیں ہونے والے تجھے اپنی بے نیازی و بے ادائی کا واسطہ ایک نظر ادھر بھی۔ دیکھ تو حضرت طباطبائی نے اتنی سی عبارت میں یہاں کہاں پر لکھ دیا ہے؟ ایران میں کہنے کے بعد اہل زبان کہنا کیا صرف باطل ہے۔"

غالباً بیخود صاحب کے اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں مؤخر ہو گیا ہے جملہ یوں ہونا چاہیے تھا "مصنف مرحوم نے یہاں پہنچ اس محل پر غفلت کی" اول تو کاپی کی تصحیح میں اس قسم کا ہیر پھیر اکثر ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کوئی غلطی نہیں۔ جو اشخاص اپنی تحریر میں اور بول چال میں فرق پسند نہیں کرتے

وہ اکثر یوں ہی لکھتے ہیں "میں وہاں گیا تھا" اور "میں گیا تھا وہاں" میں کوئی فرق نہیں۔

ممکن ہے کہ یہ فرق حضرت بیخود کی سمجھ سے باہر ہو۔ اس فقرے کے دوسرے حصہ پر یہ اعتراض ہے کہ "ایران میں" کہنے کے بجائے اہل زبان کہنا **صرف بے محل ہے**

!! اے نمک پنچ کے اثر سے متاثر ہو کے تلملانے جھلانے والے مجھے اپنی آنسو بھری آنکھوں کی قسم سچ کہنا ایران میں دوسرے ملک کے رہنے والے تو نہیں ہیں سب اہل زبان ہی آباد ہیں؟ کیا مذموم پہلو سے بچنے کا اہتمام صاحبان فن نہیں کرتے؟ کیا اس مقام پر ؎

ہوں میں وہ سبزہ کہ زہراب اُگاتا ہے مجھے

یہ ایہام نہیں ہوتا؟ کہ پیدائش پیشاب سے ہے؟ سبب پیدائش میں زہراب نہ داخل ہوتا تو اچھا تھا۔ کیا کسی اہل زبان سخن گو نے ایسے مقامات پر زہراب نظم کیا ہے، اور وہ ظرفا کے خندۂ بیجا سے محفوظ رہا ہے؟ آگے چل کے حضرت بیخود رقمطراز فرماتے ہیں کہ زہراب کا دریا بہانے والے کی شرح چھپ لینے دیجیے۔ یہ تو بیشک بڑی دیدہ ریزی کا کام۔ افادہ و الہام شاعرانہ میں سے تیسری بات یہ ہے:۔

" اجتہاد بے بنیاد اور دعوے بے دلیل جناب طباطبائی کا خاص انداز ہے چنانچہ اس مضمون میں بھی ارشاد ہوا ہے۔ مثال اجتہاد بے بنیاد و قدیم محاورات میں کوئی تغیر جائز نہیں۔ محاورہ کبھی نہیں بدلتا؟"

کیوں حضرت یہ اجتہاد بے بنیاد ہے؟ یا ایک قانون کلی ہے جو ہر ایک زبان پر حاوی ہے ذرا کسی محاورے کو توڑ مروڑ کے دکھا دیجئے۔ اور پھر اہل زبان کے سامنے کہہ دیجیے۔ تو ہم جانیں۔ مثلاً حق کے ضائع ہونے اور محنت کے برباد ہونے کو شکایتاً لوگ کہتے ہیں "فلاں نے پیشاب بھی موت کا چلو دیا" آپ "موت" بجائے زہراب کی جگہ پیشاب اور ہاتھ کی جگہ دست کہیے تو سہی۔ یا "فلاں شخص فلاں کا پیالہ پیے ہوئے ہے" کے عوض آپ "فلاں کا ساغر پیے ہوئے کاسہ پیے ہوئے ہے" کہیے اور اہل زبان کی فہرست میں آپ کا نام باقی رہے تو ہم جھک کے سلام کریں۔ دعوے بے دلیل کی مثال میں معجزہ آراست وسحبود ریخت پر جو بحث کی گئی ہے اسکی حقیقت پر آگے بڑھ کے خود ماسٹ بحث کرینگے لہذا وہیں اسکا جواب دیا جائے گا مگر دعووں کی بھرمار کی جو مثال آپ نے دی ہے اسکا جواب سنیئے۔ مولانا طباطبائی نے اس شعر کی شرح میں تحریر فرمایا ہے ؎

وضع میں اسکو اگر سمجھئے قاف تریاق

"سمجھئے" کا لفظ اس طرح نظم ہوا ہے کہ میم ساکن اور جیم متحرک ہو گیا ہے اس لفظ کو اس طرح کسی نے موزوں نہیں کیا اور نہ اس طرح محاورے میں ہے" آپ مومن اور آفتاب کے شعر پیش کرتے ہیں مگر یہ نہیں دیکھتے کہ مومن اور آفتاب کا یہ اجتہاد مقبول نہیں ہوا بس آپ کی سخن شناسی ایسے ہی مقامات پر کھل جاتی ہے۔ شارح کا فرض تھا کہ وہ اس اجتہاد کے عدم قبول کی طرف اشارہ کر دیتا مگر بدنیتی کا بھلا ہو کہ یہ اشارہ بھی اعتراض پر محمول ہوا۔ اگر آپ اس زمانہ میں بھی اسکا استعمال جائز سمجھتے ہیں تو مبارک ہو۔ مومن نے تو یہ بھی کہا ہے ؎

؎ ہم یقینی جوش وحشت میں فلک پہنچتے

آپ بھی یوں ہی نظم فرمایئے ؎

؎ اس سہکتی زبان پہ دیکھیو بیان شمع

سگتے ! تھوں آپ بھی یہ کہیے ؎

؎ باتوں میں جو نکل جائے عاشق ہی نہیں

اسکی تقلید بھی فرمایئے۔ خبردار جو آپ نے "آؤں ہوں جاؤں ہوں" بولنا ترک فرمایا۔ کوئی معترض آپ پر اعتراض وارد کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ اگر یاد ہو تو بحث سے پرانے اشعار پڑھ دیجیے۔ حضرت کسی نے موزوں نہیں کیا کہنے سے یہ مراد ہے کہ ہمارے زمانہ کے شعرا میں سے کسی نے نظم نہیں کیا۔ "آؤں ہوں جاؤں ہوں" پر موقوف نہیں جتنے الفاظ دلی اور لکھنؤ والے ترک کر چکے ہیں آپ ان کے استعمال میں آزاد ہیں، اسکے واسطے تعزیرات ہند میں کوئی دفعہ نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک تو یہ صحیح طرز تشریح ہے کہ طالب علم کو آگے پچھلے تصرفات بتا دیے جائیں۔ مگر آپ کا دو فرض نہیں نہ امکان میں ہے۔ ابھی آپ نے تھوڑی سی ورق گردانی کی ہے ایک "سمجھئے" کے سمجھنے میں دیوان اُلٹنے پڑے ہیں۔ اودھ پنچ کا یہ نمبر جب پیش نظر ہوگا تو ورق گردانی کی محنت کچھ اور بڑھ جائے گی اور آپ دیکھ لیں گے کہ ہم مسلسل آپ کو سمجھانے کا فرض ادا کرتے رہے۔

نوٹ - بیخود صاحب نے ایک سے زائد مقام پر اپنے مضمون میں یہ ظاہر کیا ہے کہ اودھ پنچ کے صرف دو نمبر یعنے ۱۴ راپریل اور ۲ مئی آپ نے ملاحظہ فرمائے حالانکہ بیخودی کے عنوان سے ۲۴ رجون تک مسلسل ہر نمبر شائع ہوئے اور شرح بیخود کے ما لہ و ما علیہ سے لمبی چوڑی بحث کی گئی ابتدائی دو نمبروں میں صرف تمہید پر نکتہ چینی کی گئی ہے۔ مذکورہ تمام نمبر ہمارے پاس موجود ہیں۔ امید ہے کہ بیخود صاحب اپنی شرح کی تنقید پر بھی ایک نظر فرمائیں گے۔ اودھ پنچ کے نمبر ہمارے کرم دوست حکیم آشفتہ کے یہاں سے بآسانی دستیاب ہو سکتے ہیں۔ ستمبر کا الناظر بھی دوبارہ انہیں کی عنایت سے ملا۔ مگر دیر ہو گئی یعنے آج چوتھا روز ہے۔

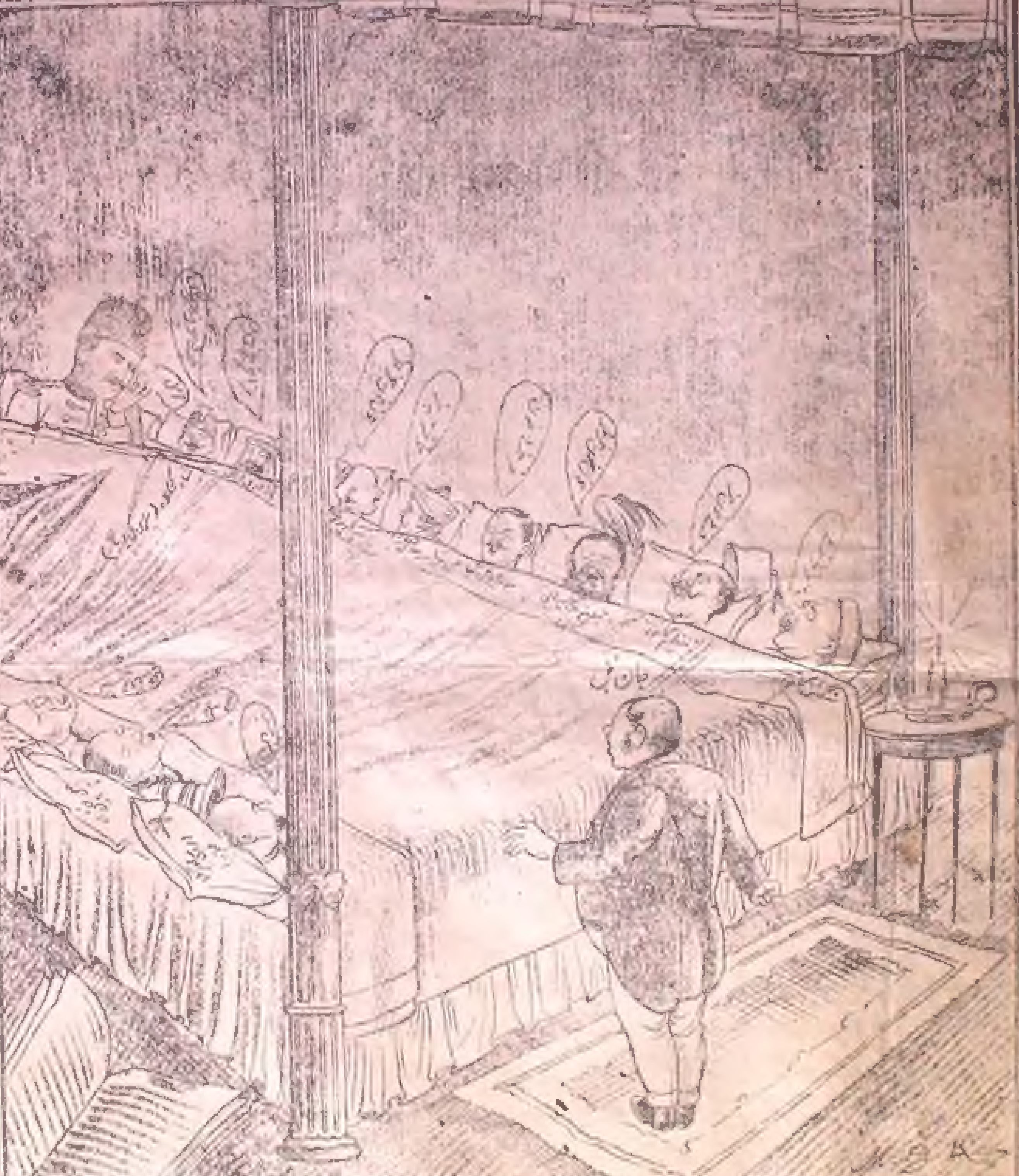
باقی آئندہ

راقم ...

خاکسار ادبار الشعرا

یہ ضروری نہیں

(۱) کہ آپ اپنے دوستوں کی جان پر مسلط ہو کے انہیں اودھ پنچ کا زبردستی خریدار بنائیں۔ اسے حضرت اپنا پرچہ بھی دیکھنے کیلئے دو خود ہی تعریف کرینگے۔ تعریف کے بعد خرید لینے کے لئے دار (؟) پانچ روپیہ۔ (۲) جس خدمت



آجا ری نندیا تو آ کیوں نہ جا لڑکوں کی آنکھوں میں گھُل مل جا

تـ بیک نگاہ مقناطیسی تمام اقوام کو میں سُلا دینے کی قوت رکھتا ہوں مگر ترک!۔ ارے بھائی سورہ دیکھ سب خراٹے لے رہے ہیں

مولانا پنچ کی نوٹ بک

تشکر

ہم شہری معاصر "سرفراز" نے دنیا جان کی یاوہ گوئی پر جو ان سے بہ تقاضائے طبیعت سرزد ہوئی اودھ پنچ کی حمایت میں ایک نوٹ لکھا ہم زیر بار احسان ہوئے۔ اپنی شان و صفت اپنے منہ سے اچھی نہیں معلوم ہوتی مگر بعض امور کا اظہار مجبوری کرنا پڑتا ہے۔ یہ دعویٰ کہ اودھ پنچ منقطع الی اللہ یا معصوم یا مال دنیا سے مستغنی ہے بالکل مہمل ہے۔ لیکن دوبارہ اجرائے تاحال کسی اخلاقی عیب کا ارتکاب نہیں کیا گیا اور وہ صورتیں ترقی کی اختیار کی گئیں جن کی مذمت سے خود اودھ پنچ کے صفحات بھرے ہوئے ہیں "خود را فضیحت دیگراں را نصیحت" کی شناعت زبان زد خاص و عام ہے۔ ایک کانے صاحب شیشے کی مصنوعی آنکھ لگائے عام جلسے میں کانوں کی ہجو کر رہے تھے حضار میں سے ایک کانے کو غصہ آیا اس نے گال پر جو تھپڑ رسید کیا تو مقرر صاحب کی مصنوعی آنکھ حدقہ سے یوں مسیل کے نکلی جیسے چھلکے سے بڑا ہوا لیچو اور نکلتے ہی سنگین فرش پر گر کے ٹوٹ گئی۔ مقرر صاحب نے جتنی ہجو فرمائی تھی اسکی ضرب خود انکی ذات کی طرف پھری فرمائشی منشہ پچاس بغیر کسی خدمت کے خادم قوم بننے والوں کی ہجو اودھ پنچ میں لوگوں نے بارہا دیکھی ہوگی۔ کبھی شہرت یا رجعت کے خواہشمند لیڈر یا رئیس اودھ پنچ کی نکتہ چینی سے محفوظ نہیں رہے۔ مستند بزرگ ہو کے متبحر عالم بننے والے اودھ پنچ سے جلتے ہیں۔ تو وجہ کیا؟ اگر بد اخلاقی کا کام چوری جعالت و بدنیتی سے فائدہ اٹھانا مد نظر ہوتا تو یہ کوئی بڑی بات نہ تھی چند جملے تحسین و آفرین یا خوشامد کے ہم بھی لکھنے آتے ہیں۔ خریداروں کی تعداد بڑھاتے اور چین کرتے اودھ پنچ نے کسی کی تائید یا مخالفت آج تک باجرت نہیں کی۔ البتہ مولانا ظاہر سیف الدین کے خلاف ایک مرتبہ انکے کسی دشمن نے چھپا ہوا مضمون سو روپیہ کے نوٹ کے ساتھ بھیجا تھا وہ بطور ضمیمہ چھاپ دیا گیا مضمون بھیجنے والے نے لکھا تھا کہ فی کاپی آنہ آنے کے حساب سے دو سو کاپیاں بھیجو مگر جب معلوم ہوا کہ لکھنے والے نے اصلاح اوقات کے پردے میں ذاتی بغض نکالا ہے تو ہم نے پوری کیفیت ظاہر کر دی۔ اسی طرح ایک نو دولت جو رو والے رئیس کے روزی کے ٹھیکہ سے کی والدہ جل بھیں انکے اگلے پچھلے حال ہمارے ظریف نامہ نگار نے ۱۹۱۵ء میں لکھے رئیس صاحب کے برادر مرحوم سے پرانی ملاقات تھی انھوں نے شکایت کی اور ہم نے انکی خاطر سے یہ سلسلہ موقوف کر دیا لیکن کچھ دنوں بعد معلوم ہوا کہ مرحوم بھائی صاحب نے اپنے نو دولت بھائی سے اس خدمت کے اجرے میں خوب ہاتھ گرمائے۔ جسکے ہم ذمہ دار نہیں ہیں غرض پہلے واقعہ کے سوا آج تک کوئی اجرتی مضمون نہیں چھپا۔ اگر کاغذ اخبار جو اصلاح دنیا کے غرض سے شائع ہوتا ہے یا مالی نفع حاصل کرنے کا آلہ بنا لیا جائے تو حیف ہے اس قوم پر جو اسے اچھی نگاہ سے دیکھے۔ قومی خدائی فوجداروں نے جب اصلاح قوم پر آمادگی ظاہر فرمائی تو ہم ہمیشہ نتیجے کے منتظر رہے۔ نہ تو شروع ہی سے جھوٹی تعریفوں کے پل باندھے نہ آغاز کار ہی سے اسرار مخفیہ کا انکے خلاف اظہار کیا کہ قومی کام معطل ہو جائیں۔

یہ اودھ پنچ کی خصوصیات ہیں۔ بے طلب پرچہ بھیجنا اور پھر یہ لکھنا کہ ادائے قیمت آپ کا اخلاقی فرض ہے ایک بیہودگی ہے اگرچہ کثیر الرواج ہے۔ راہ چلتے چلتے ایک کانے صاحب نے پیچھے مڑ کے دیکھا اور دوسرے راہ گیر سے کہنے لگے "تو کانا تیرا باپ کانا تو بھی تیرا باپ بھی" راہ گیر نے تصور کے تجسس میں مبتلا ہو کے صورت دیکھی تو کانے صاحب بولے "لونڈے" دیکھ کے اپنے دل میں ضرور کہا ہوگا۔ کانا بھی چلا جاتا ہے" بی دنیا کے قیاسات ایسی ہی نازک خیالیوں اور پیش بندیوں پر مبنی ہیں۔ ان پر موقوف نہیں، غرضمندی دنیا یہی کرتی ہے۔

بی دنیا کے نوٹ پر اکثر قانون پیشہ احباب نے فرمایا کہ قانون کی حد میں آتا ہے۔ محترم معاصر "سرفراز" نے بھی اس کا اشارہ کیا ہے مگر ہم سمجھتے ہیں کہ بات سے وہی بڑھتا ہے جسے جواب دینا نہ آتا ہو۔ سلارن مدارن کھجنیا منیلا گھورو جرو کا جواب نہایت آسان ہے جنکی پولیٹیکل سوشل علمی وجاہت قابل اعتنا کبھی نہ تھی اور آج بھی نہیں ہے۔

اودھ پنچ کا دفتر اسرار کا مخزن ہے بہرحال دوستوں کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ والسلام

آرزوئے پشتہ نسا

ایک مچھری ماں اپنے بچے کی غیر حاضری میں اس کی نسبت نیک خیالات کا اظہار کر رہی تھی: "یہ کبھی اس کے کان میں کبھی اس کے کان میں میرے کنور کنھیا بانسری بجاتے ہوں گے"

بہو تھی جلی منہ پھٹ اس نیک فال پر جل گئی اور کہنے لگی:-

"کوئی جوتے سے مارے گا۔ کوئی پٹ سے مارے گا کنور کنھیا ماں تک پیارے پڑے ہوں گے"

بہو نے بات تجربہ کے خلاف نہیں کہی جس کام کا آغاز بانسری پھیری ڈھول دمامہ ہوا انجام خون چوسنے تک منتہی ہو، انکے نتائج یہی ہوتے ہیں۔

مرکزی خلافت کمیٹی کے مالک حقیقی صاحب فرماتے ہیں "یقین ہے کہ احباب و رفقائے کار لکھنؤ اور صوبہ اودھ میں خلافت کمیٹیوں کے قیام اور انتظام میں خوب مصروف ہو گئے اور گھر گھر پھر کر سرمایہ خلافت کے لیے فراہمی چندہ کرتے ہونگے اور امید ہے کہ ہر مسلمان کارکنان خلافت کی مدد کرے گا اپنا نام ممبری میں درج کرائے گا اور جو کچھ قدر

تکمیل اس سے ہو سکے گا حصہ رست گا اور پہلی قسط زرِ چندہ کی ۱۱ اکتوبر تک مرکزی خلافت کمیٹی کو روانہ کر دی جائے گی (سوم ہوم ہو ½) - سواد اعظم اسلام کی آرزوؤں کا خون چوسنے کے بعد یہ خوش آوری ہو اچھا شگون ہو نیک فال ایک چھپر کی بو کی چاہتی ہے جو معقول جواب ہے اور تجربہ کی بات ہے۔

کل تلک دیکھتے تھے ہم جنہیں پیدل پھرتے
آج وہ آپ کے اقبال سے ہیں فیل سوار

ڈاکٹر سیف الدین کچلو جنکو ایک زبان کا چھوہر اکثر کچل الدین سیفو کہہ بیٹھتا ہے "خلافت کمیٹی" کا تنظیمی کام اپنے سر پر لادے کٹے کنکوے کی طرح دیس چھوڑ پردیس میں ہوا کے رخ مارے مارے پھرتے ہیں بقول ہوم مسٹر محمد علی نے انہیں اور انکے ہمراہیوں کو اصحاب فیل سے تشبیہ دی ہے غالباً وجہ شبہ یہ ہو گی کہ تنظیمی وفد ایک آدھ جگہ

نوٹس نسبت دکھانے وجہ کے (نمونہ عام)

بعدالت ریونیو اجلاس جناب سید محمد رشید حسین صاحب سب جج چہارم ہردوئی مقام ہردوئی۔

مقدمہ نمبر ۱ سنہ ۱۹۲۵ء

محمد اصغر وغیرہ اقوام [illegible] ساکنان قصبہ سانڈی محلہ [illegible] پرگنہ سانڈی ضلع ہردوئی - - - - - - مدعیان

بنام

سید مجتبیٰ حسین وغیرہ - - - مدعا علیہم

[illegible]

بنام [illegible] نمبر ۸ -

ہرگاہ مدعیان نے درخواست اس عدالت میں گزرانی ہے [illegible] حسب [illegible] تقسیم فرمایا جائے [illegible] مستحق [illegible] بھی ہیں۔

لہذا [illegible] کسی وکیل کے [illegible] ۱۵ اکتوبر سنہ ۱۹۲۵ء کو اس عدالت میں حاضر ہو کر درخواست کے خلاف [illegible] اور درخواست [illegible] غیر حاضری میں سماعت کی جائے گی۔

تاریخ ۱۰ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۵ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت — دستخط حاکم [illegible]

وقت حاضری [illegible] صاحب جج [illegible] ہردوئی [illegible]

ہاتھی پر چڑھایا گیا اور اس فیل نشینی کی شان میں بعض جہلاء نے قصیدہ خوانی فرمائی۔

ہم بھی کہتے ہیں کہ یہ بات ایسی نہ تھی جس پر کسی کو اپنا دھوم دھامی استقبال موٹروں کا شیخ سدو کے بکرے کی طرح ہاروں پھولوں سے آراستہ ہونا بے کار سے کی صدا ثابت ہوتا یا رہنما اور اس رنگ میں اپنی ہی خلافت کمیٹی کی فوج کو اصحاب فیل سے تشبیہ دے کے حملہ کرے۔

یہ خلافت کمیٹی ہی کا اقبال ہے کہ اسکے پرانے کارکن ہاتھیوں پر چڑھائے جاتے ہیں۔ تعجب ہے کہ مکہ معظمہ پر ابن سعود کے حملے نے مسٹر محمد علی کو "سورۂ فیل" یاد دلا دیا۔ ان حضرات یا اصحاب کے قول اور دعوے بُرا نہیں ہے۔ تنظیم کے در پے ہیں۔ رہی عمل کا حال خدا جانے۔ ابھی تک تنظیم امرت سر شوکت علی صاحب کے ہدایات کی اشاعت کر رہا ہے اور اس نے کوئی اختلاف بھی خلافت کمیٹی یا ہمسوادوں کا مرکز سے انکے مقاصد میں ظاہر نہیں کیا۔ لہٰذا یہ فوج خلافت کمیٹی کی ہے۔ محمد علی صاحب بُرا کرتے ہیں جو اس لشکر پر حملہ کرتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ تنظیم والے "ہار پھول کی بارش عطر پان" کی توضیع کے لیے دورہ فرما رہے ہیں تو بندہ پرور جب آپ سارے ہندوستان میں ہاتھی جھومتا جھلا گھماتا قند کا ڈلا پیتا دودھ کا گھڑا لڑکتے پھرتے تھے اسوقت کسی نے آپ کی جانب سوءظن کا اظہار نہیں کیا۔ عادت جناب ہی کی بگاڑی ہوئی ہے اسے بھی ہم آپ کے گئے گزرے اقبال کا تصدق سمجھتے ہیں۔ ہار پھول عطر پان کوئی بڑی چیز نہیں اگر تنظیمی گروہ اسی غرض سے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیتا پھرتا ہے تو یہ چیزیں ٹکس کے طور پر گھر بیٹھے انہیں ہر جگہ سے بھیجی جا سکتی ہیں تنظیم کے بکھیڑے دھوم دھڑکے غل شور کی ضرورت نہیں فی کس چار پیسے کا ایک ہار دو پیسے کی عطر کی روئی دو آنے کے پان کفایت کر سکتے ہیں۔

بہر حال تنظیمی دورے کے اغراض اگر اتنے ہی مختصر ہیں تو مسلمانوں کو مطلع رہنا چاہیے چندہ دینے کی حاجت نہیں ہار پھول عطر پان دے کے رخصت کر دیں۔ جیسے جنگل آسان اور ہندوؤں کو بھی اطمینان رکھنا چاہیے کہ تنظیم کا مقصد ہار پھول عطر پان تک محدود ہے "شدھی" کی مخالفت منظور نہیں۔ بلکہ ہو سکے تو وہ بھی ہار پھول عطر پان کی بھینٹ چڑھا کے تنظیمی کوشش کو مسخر کر لیں بہت سستا سودا ہے۔ ہندوؤں میں اتنے بڑے بڑے مہاجن ہیں کہ اتنی بھی دان کر سکتے ہیں عطر پان کی حقیقت ہی کیا ہے۔

ہاں رسمی مجادلہ (جھگڑا) سے پرہیز لازم ہے۔ رسمی مجادلہ کا عمل اسوقت بھی مناسب نہیں جب ثانی ابرہہ کے ایجنٹ کا پھول موٹا تازہ قومی روٹ کھایا ہوا ہاتھی جھومتا جھامتا مسلمین کے حرم دل پر پیل پیل کا زور شروع کر دے ابھی تو "پیل" کی سونڈ میں الف نے سینک ٹیک کے بانگی دکھائی ہے۔

المختصرات

گنبد شکم سے ایک تازہ صدا بلند ہوئی "مسٹر انصاری الی ابن سعود" ابن سعود کے بارے میں میرا مددگار کون ہے "ہلا" ڈاکٹر انصاری جنہوں نے بارہا تشریح شکم فرمائی ہو گی اس آواز کو سنتے اور چپ رہتے آخر زرہ لبیک کے بعد فرمایا "انا ڈاکٹر انصاری"۔

خدا کرے یہ خبر جو کانپور سے غالباً خلافت خواروں نے بھجوائی ہے صحیح ہو کہ روضۂ رسول محفوظ ہے۔ آنچہ دانا کند کند ناداں۔ وہی عمل والی کارروائی ہندو اور رفاہ عام کے جلسوں میں اہل نجد کرنے والے ہیں جیسے انجمن تحفظ آثار متبرکہ نے از راہ احتیاط اختیار کی تھی۔

لارڈ ریڈنگ کو قانونی لقب ہز ایکسیلنسی ہوتا ہے مگر کوئی مصافحہ نہیں کرتا اگر اس ہاتھ میں طلائی کنگن ہوتے تو شاید اتنی بیزاری نہ ہوتی۔

رنیٹ کی بارود خبروں میں اب پھر چھاپ نکلنے لگی ہے ہسپانیہ لیبیا ہو گئی ہے۔ بچاری فرانس کی مردانگی کام نہیں آتی۔

معارف النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے بیچ خواص میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سُروں کے مقتضا رکھنے

بلکہ

گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

ایک

مشہور معروف کتاب ہے

اس کے

حصہ اول کے دو ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی اور علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کا

حصہ دوم

طبع ہوا ہے۔ حصہ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے زمانہ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور پوری نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے۔

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دھرپد اور بندیاں اس کتاب میں ان سے نقل کی گئی ہیں۔ لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جس طرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایہ ناز بھی آپ کو اس کتاب میں ملے گا۔ فی الحقیقۃ مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لے کے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔

قیمت جلد اول للعہ قیمت جلد دوم للعہ

محصول ڈاک ہر حال میں ذمہ خریدار

المشتہر:- منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

ایک فلسفی

یعنی

مرحوم مولانا کرامت حسین سابق جج ہائی کورٹ الہ آباد کے کارآمد خلائق مصنفات یہ وہ نادر تصنیفات ہیں جنھوں نے اُردو زبان کو علمی بنا دیا ہے ملک کے ہر ایک بچہ کو پڑھائیے اور کام کا آدمی بنائیے اگر خود پڑھیے تو زندگی کی قیمت بڑھائیے۔

افراد کاسبہ۔ پیشہ ور کے مطالعہ کی چیز ہے۔ اُردو ۱۲ ار

الدین اور الکون۔ یعنی مواز نہ مذہب و سائنس اُردو ۱۲ ار

علم الاخلاق مسلم گرلز اسکول کے کورس میں داخل تھی اُردو یونیورسٹی حیدر آباد دکن کے نصاب تعلیمی میں شامل تھی مجلد قیمت مع محصولڈاک عہ

امور عامہ۔ عربی۔ فلسفہ عقلی کا کارآمد متن ہے ۱۲ ار

زائد خریداروں کو کمیشن دیا جائے گا

المشتہر

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

اودھ پنچ لکھنؤ سنہ ۱۹۲۴ء

کی چند مکمل جلدیں دفتر میں برائے فروخت موجود ہیں قیمت فی جلد عہ مع محصولڈاک۔ مشتاقین جلد طلب فرمائیں۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

شرائط ایجنسی

(۱) نقد روپیہ پیشگی جمع کرنا ہوگا۔

(۲) رقم جمع شدہ کے ادا ہوتے ہی پرچہ کی روانگی موقوف کر دی جائے گی۔

(۳) پانچ پرچہ فی ہفتہ سے کم کی ایجنسی قبول نہ کی جائے گی۔

(۴) بحساب دو آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔ علاوہ خاص حالتوں کے پرانا پرچہ واپس نہ لیے جائینگے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جن صاحب کو قوت مردمی کا مکمل اور بینظیر علاج کرانا ہو تو اس پتہ پر خط و کتابت فرمائیں۔ جواب کیلئے ایک آنہ کا ٹکٹ آنا چاہیے۔

سید کاظم حسین رضوی متصل غسل خانہ پاٹا نالہ لکھنؤ